© rasailojaraid.com

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری

پیر علی محمد شاہ راشدی

حالات و خدمات پر ایک سرسری نظر

پیر علی محمد راشدی ملک کے چند ذہین اور جہاں دیدہ اربابِ سیاست میں سے تھے۔ انھوں نے صحافت اور سندھی ادب میں اپنے گہرے نقوش چھوڑے اور سیاست میں بیش قیمت خدمات انجام دی ہیں۔ سندھ میں صحافت کی تاریخ ان کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ تقریباً بیس برس کی عمر میں صحافت ہی سے انھوں نے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ اور زندگی کے آخری ایام تک صحافت سے ان کا تعلق رہا ہے۔

صحافت کی راہ سے وہ سیاسی میدان میں آئے تھے اور زندگی کے مختلف ایام و ادوار میں وہ صوبائی اور قومی اسمبلیوں، وزارتوں، سفارتوں، مشاورت اور بعض اداروں کی صدارت کے عہدوں پر فائز رہے۔

صحافت ہی نے تصنیف و تالیف کی طرف ان کی رہنمائی کی تھی۔ ان کے وسیع علمی مطالعے زندگی کے تجربے اور ملک و بیرونِ ملک کے سفروں اور مشاہدوں نے ان میں بصیرت و دانائی، نظر میں وسعت اور فکر میں بلندی و گہرائی کی خوبیاں پیدا کر دی تھیں۔ یہ خوبیاں راشدی مرحوم کی تحریروں میں بھی موجود ہے۔

خاندان اور پیدائش:

پیر علی محمد کا تعلق سندھ کے مشہور راشدی خاندان سے تھا۔ ان کے والد ماجد پیر حامد شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ الرحمۃ تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب چوتھی پشت میں پیر محمد راشد روضہ دھنی سے مل جاتا ہے۔ جن کی نسبت سے خاندان کی دونوں شاخیں "راشدی" کہلاتی ہیں[1]۔ پیر صبغت اللہ شاہ ثانی شہید (شہادت ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء) کی سگی پھوپھی (پیر شاہ مردان شاہ کوٹ دھنی کی سگی بہن) شاہ پیر شاہ کی اہلیہ، پیر حامد شاہ راشدی کی والدہ اور پیر علی محمد شاہ راشدی کی جدہ ماجدہ (دادی) تھیں۔

پیر علی محمد شاہ راشدی ۵ اگست ۱۹۰۵ء کو ضلع لاڑکانہ (سندھ) کے ایک گوٹھ بہمن میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد پیر حامد شاہ راشدی (ف ۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء) کے تین بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے ہمارے ممدوح پیر علی محمد شاہ اور منجھلے بیٹے سندھی اور اردو کے مشہور مصنف، محقق اور مورخ پیر حسام الدین شاہ راشدی (ف یکم اپریل ۱۹۸۲ء) تھے اور تیسرے بیٹے پیر احمد شاہ راشدی۔

تعلیم اور قابلیت

پیر علی محمد راشدی نے کسی اسکول یا کالج میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ خاندان کی روایت کے مطابق گھر میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ ابتدائی سندھی فارسی کی تعلیم کے سلسلے میں مولوی محمد سومار اور مولوی محمد صدیق اور انگریزی تعلیم کے باب میں ماسٹر محمد رفیق کے نام مولانا اعجاز الحق قدوسی نے لکھے ہیں۔ رسمی تعلیم صرف چھٹی جماعت تک ہوئی تھی۔ اس کے بعد جو کچھ علم حاصل کیا تھا وہ ذاتی مطالعے سے حاصل کیا تھا اور صرف اپنے شوقِ مطالعہ کی بدولت ادب اور متعدد علوم عمرانیات میں غیر معمولی قابلیت پیدا کرلی تھی۔

انھیں متعدد زبانوں میں رسوخ حاصل تھا۔ عربی سے واقف تھے فارسی میں خاصی استعداد رکھتے تھے، سندھی زبان کے بلند پایہ ادیب تھے۔ وہ انگریزی زبان کے بہترین رائٹر تھے۔ اردو میں بھی وہ اچھا لکھتے تھے۔ اردو نہ ان کی مادری زبان تھی نہ انھوں نے اسے بہ طور ایک علم کے سیکھا تھا۔ لیکن ان کی تحریریں تذکیر و تانیث، واحد، جمع اور قواعد کی ان بہت سی غلطیوں سے پاک ہیں۔

---

[1] راشدی خاندان کی دو شاخیں ہیں (۱) پیر پگارا (پگڑی یا دستار والے) (۲) پیر جھنڈا (جھنڈے یا علم والے) علی محمد راشدی کا خاندان پگڑے والے پیروں کے خاندان کی ایک شاخ ہے جو پیر صبغت اللہ (تجر دھنی) کے چھوٹے بیٹے پیر علی محمد شاہ (ف ۱۲۸۴ھ) سے شروع ہوتی ہے۔ گدی نشینی کا سلسلہ پیر صبغت اللہ اول (ف ۱۲۴۶ھ) کے بڑے بیٹے پیر علی گوہر شاہ (ف ۱۲۶۳ھ) کے خاندان میں جاری ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو غیر مادری زبان کے لکھنے والوں میں عام طور پر نظر آجاتی ہیں۔ ان کا خاص مضمون سیاست تھا۔ اور زندگی کے طویل تجربے، مشاہدے اور مطالعے نے ان کی تحریروں کو فکر انگیز اور بصیرت افروز بنا دیا ہے۔ وہ وقت کی رفتار گرد و پیش کے تقاضوں اور حالات کی نزاکتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ انھیں بات کہنے کا سلیقہ آتا تھا۔ اور وہ کسی شخص کے جذبات کو ٹھیس لگائے اور قلب کو صدمہ پہنچائے بغیر سخت سے سخت بات کہنے پر قدرت رکھتے تھے البتہ نجی مجلسوں میں وہ عام طور پر کسی ذہنی تحفظ کے بغیر بڑی بے باکی کے ساتھ صاف صاف گفتگو فرماتے تھے۔

عملی سیاست

پیر علی محمد راشدی مرحوم اپنے سینے میں ایک دردمند دل رکھتے تھے۔ انھوں نے مختلف حالات میں جو مسلک بھی اختیار کیا تھا وہ اس میں مخلص تھے۔ کانگریس کی حمایت، سندھ اتحاد پارٹی کا ساتھ دیا، مسلم لیگ کی معاونت کی۔ سندھ مسلم لیگ کے اجلاس کراچی (۱۹۳۸ء) کو کامیاب بنانے کی کوشش کی، پاکستان اسکیم کی تیاری کے لیے کام کیا۔ سردار محمد امین خان کھوسو کو کانگریس کے انتخاب پر ضمنی انتخاب لڑوایا۔ سر ابراہیم رحمت اللہ کی لیگی وزارت کے لیے سرگرم کار ہوئے۔ خان بہادر محمد ایوب خان کھوڑو کی سیاست میں ان کا ساتھ دیا۔ جناب جی۔ ایم سید کے خلاف مسلم کی مہم میں سید صاحب کا ساتھ دیا۔ وہ ہر تحریک میں اور ہر مقام پر مخلص اور پرجوش رہے اور یمین و یسار سے بے نیاز اور عواقب و نتائج سے بے پروا ہو کر کام کیا۔ اور اپنی بصیرت اور ذوق کے مطابق صحافت، عملی سیاست، تصنیف و تالیف کے ذریعے زندگی بھر وطن اور اہل وطن کی خدمت میں مصروف رہے۔

ایک صحافی کی حیثیت سے عملی سیاست سے ان کا ہمیشہ تعلق رہا ہے لیکن قیام پاکستان کے بعد صحافت کے مقابلے میں عملی سیاست سے ان کا تعلق بہت بڑھ گیا تھا۔ وہ سندھ اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ۵۳ء سے ۵۵ء تک سندھ کے ریونیو منسٹر رہے اور نائب وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اپنی وزارت کے زمانے میں انھوں نے جاگیردارانہ نظام پر ایک کاری ضرب لگائی اور اس ظالمانہ نظام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔ اس میں انھیں کس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حد تک کامیابی بھی ہوئی لیکن بعد میں آنے والی حکومتوں کی عدم دلچسپی اور مخالف اندازِ فکر کی وجہ سے ان کے تمام کیے دھرے پر پانی پھر گیا۔

وہ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے ممبر بھی چنے گئے۔ چودھری محمد علی کی وزارتِ عظمیٰ کے زمانے میں مرکزی وزیر اطلاعات مقرر ہوئے۔ ۵۷ سے ۶۱ء تک فلپائن میں پاکستان کی سفارت کے فرائض انجام دیئے۔ ۶۱ء میں عوامی جمہوریہ چین میں پاکستان کے سفیر مقرر ہوئے اور ڈیڑھ سال تک خدمات انجام دیں۔ ۶۲ء میں اس خدمت سے انھوں نے سبک دوشی اختیار کرلی۔ چین میں ان کے دورِ سفارت کا ایک اہم واقعہ پاک چین سرحدی معاہدہ ہے جس کے جنوب مشرقی ایشیا کی سیاست پر بہت گہرے اور دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔

تقریباً چھ ماہ تک مشرق وسطیٰ میں سفیر کی حیثیت سے پاکستان کے مفادات کی نگرانی اور علاقائی سیاست میں پاکستان کے خیالات کی ترجمانی کے فرائض انجام دیے۔

۱۹۷۲ء میں پیپلز پارٹی کے پہلے دورِ حکومت میں انھیں مشیر برائے اطلاعات مقرر کیا گیا وہ کچھ عرصہ پاکستان نیشنل سنٹر کے چیئرمین بھی رہے تھے۔

بہ طور واقعہ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مرحوم علی محمد راشدی کی ذہانت، اور اُن کے علم اور تجربے سے سندھ اور پاکستان کی تعمیر میں بہت فائدہ اٹھایا جاسکتا تھا۔ لیکن تقریباً ہر حکومت نے انھیں استعمال کرنے کی کوشش تو کی، ان کی ذہانت اور علم و تجربہ سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اکثر نے انھیں نظرانداز کیا۔ انھیں جو مناصب سونپے گئے اور ان سے جو خدمات لی گئیں وہ ان مناصب اور اُن خدمات سے کہیں زیادہ بلند اور اہم مناصب اور خدمات کے اہل تھے۔

انتقال:

ان کی عمر بمشکل بیس برس کی نہ ہوئی تھی جب انھوں نے صحافت کے کوچے میں قدم رکھا تھا اور عملی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ تقریباً تر یسٹھ برس تک ایک بھرپور صحافتی، سیاسی اور علمی زندگی گزار کر راشدی خاندان کا یہ لعل شب چراغ ۱۴ مارچ ۱۹۸۷ء کو عدم کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لیے چھپ گیا۔ ان کے انتقال کا حادثہ کراچی میں پیش آیا تھا۔ اور میوہ شاہ کے تاریخی قبرستان میں تدفین عمل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں آئی ۔ اللہ تعالیٰ ان کی رُوح کو سکون و راحت ابدی نصیب کرے اور مراتب بلند فرمائے ۔

صحافت :

پیر علی محمد راشدی سندھ کے نامور صحافی تھے ۔ انھوں نے سندھی زبان کے متعدد رسالے اخبار خود بھی نکالے اور دوسروں کے اخبارات کو ایڈٹ بھی کیا ۔ صحافت میں انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گزارا تھا ۔ صحافت ہی کے ذریعے وہ سیاست میں آئے اور صحافت ہی نے ان کی رہنمائی تصنیف و تالیف کے میدان میں کی تھی ۔

۱۔ اپنی صحافتی زندگی کا آغاز انھوں نے سندھ نیوز اخبار کی نامہ نگاری سے کیا تھا ۔ یہ ۱۹۲۴ء کا واقعہ ہے ۱۹۲۵ء میں انھوں نے ماہنامہ الرشید کو ایڈٹ کیا ۔ اسی زمانے کے لگ بھگ وہ رسالہ الامین سکھر کے ایڈیٹر مقرر ہوئے ۔

۲۔ ۱۹۲۶ء میں ماہنامہ الحزب نکالا اور اس کی ادارت کے فرائض انجام دیے ۔

الرشید، الحزب اور الامین کے اجراء کی تاریخوں میں کچھ اختلاف ہے لیکن مولانا اعجاز الحق قدوسی مرحوم اور شاہد راشدی اس باب میں متفق ہیں کہ یہ ۲۵ء تا ۲۸ء کے واقعات ہیں ۔

۳۔ ۱۹۲۹ء میں "سندھ زمیندار" اخبار سکھر سے جاری ہوا پیر صاحب اس کے ایڈیٹر مرتب ہوئے ۔ مولانا قدوسی مرحوم کے بہ قول راشدی صاحب نے کچھ دن اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا ۔

۴۔ ۱۹۳۳ء میں "ستارہ سندھ" کے نام سے انھوں نے اپنا روزنامہ سکھر سے جاری کیا ۔ اس اخبار نے بمبئی پریسیڈنسی سے سندھ کی علاحدگی اور مستقل بنائے جانے کی تحریک میں زبردست حصہ لیا تھا ۔ راشدی مرحوم اس کے ایڈیٹر بھی تھے اور مینیجنگ ڈائرکٹر بھی ۔

۵۔ ۱۹۳۵ء میں بمبئی سے سندھ کی علاحدگی اور آزادی کے بعد ضرورت محسوس ہوئی کہ نئے حالات میں سندھ کی رہنمائی کی جائے اور اس کی تعمیر و ترقی کے کاموں میں حصہ لیا جائے اس وقت کراچی سندھ کا ایک اہم شہر ہی نہ تھا ۔ بلکہ صوبے کا صدر مقام اور دارالحکومت بھی بن گیا تھا ۔ اس وقت ایک نیا اخبار روزنامہ "صبح سندھ" کے نام سے کراچی سے جاری ہوا اس کے ایڈیٹر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راشدی مرحوم مقرر ہوئے یہ اخبار سندھ اتحاد پارٹی کا ترجمان تھا۔ جس کے رہنما سر شاہنواز بھٹو اور حاجی سر عبداللہ ہارون تھے۔ اس اخبار نے سندھ کی تعمیر و ترقی میں بہت خدمات انجام دیں۔

۶۔ مولانا اعجاز الحق قدوسی نے لکھا ہے کہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات سے قبل راشدی صاحب نے الیکشن میں حصہ لینے والی پارٹیوں اور ان کے امیدواروں کے پروپیگنڈے کے لیے ایک اخبار جاری کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ان کا مقصد سندھ کے عوام میں سیاسی شعور کی بیداری اور ان کی سیاسی تربیت ہوگا قدوسی مرحوم نے اس اخبار کا نام نہیں لکھا۔

یہ تمام اخبار و رسائل سندھی زبان میں تھے۔

۷۔ ۱۹۴۰ء کے بعد جب ملک کی تحریک آزادی ایک نئے مرحلے میں داخل ہوئی تو چونکہ اس دور میں سیاست کا انداز پچھلے دور سیاست سے بالکل بدل چکا تھا۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک نیا اخبار نکالا جائے۔ چنانچہ "مسلم وائس" کے نام سے ایک انگریزی ہفتہ وار اخبار جاری کیا۔

۳۸ء کے اواخر سے راشدی صاحب مرحوم چونکہ رفتہ رفتہ مسلم لیگ کے ہم خیال ہو گئے تھے اور مسلم لیگ کی خارجہ کمیٹی کی سب کمیٹی جو سر عبداللہ ہارون کی صدارت میں قائم تھی تاکہ ملک کے سیاسی فرقہ وارانہ مسئلے کے بارے میں مختلف افکار و تجاویز کا جائزہ لے کر ایک نئی اور جامع اسکیم مرتب کرے اس کمیٹی کے سیکریٹری پیر علی محمد راشدی تھے۔ ۱۹۴۰ء کے آخر میں کمیٹی نے اپنی آخری رپورٹ مرتب کر کے پیش کر دی۔

۱۹۴۱ء میں راشدی مرحوم نے "مسلم وائس" کی زمام ادارت ہاتھ میں لی تو کمیٹی کی پیش کردہ اسکیم کے لیے رائے عامہ کو ہموار کرنے اور سیاسی فضا کو سازگار بنانا مقصود تھا۔ لیکن مسلم لیگ کی قیادت نے اس اسکیم سے کسی وجہ سے بریت کا اظہار کر دیا۔ اس طرح "مسلم وائس" کی زمام ادارت ہاتھ میں لینے کا مقصد ہی فوت ہو گیا۔ چنانچہ راشدی صاحب نے اس کی ادارت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مولانا قدوسی مرحوم نے لکھا ہے کہ مسلم وائس کی ادارت سے راشدی صاحب کا بہت تھوڑے عرصے تعلق رہا تھا۔

۸۔ پاکستان اسکیم کی تیاری میں راشدی مرحوم نے بہت محنت کی تھی۔ لیگی قیادت کی اس سے بریت کے واقعے نے ان کے قلب پر گہرا اثر ڈالا تھا وہ کسی نہ کسی حد تک مسلم لیگ کے رہنماؤں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مایوس ہوئے تھے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ محترم جی۔ ایم سید کا مسلم لیگ سے اختلاف ہوا۔ اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کا طوفان اٹھا تو مرحوم راشدی صاحب نے حضرت سید صاحب کا ساتھ دیا۔ مولانا اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں:

"۱۹۴۵ء میں جب جی ایم سید کا اختلاف مسلم لیگ سے ہوا اور اخبار "الوحید" نے جی ایم سید کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا تو راشدی صاحب جی ایم سید کی حمایت کے لیے اخبار "قربانی" اور اس کا پریس خرید کر کراچی آئے۔ اس کے پہلے ایڈیٹر مولوی خیر محمد نظامانی تھے۔ لیکن کچھ دن کے بعد اس بناء پر کہ مولوی نظامانی پارٹی کی صحیح ترجمانی نہیں کر سکتے تھے۔ اخبار کی نگرانی اور ایڈیٹری پیر علی محمد شاہ راشدی کے سپرد ہوئی۔ البتہ اخبار کی ایڈیٹری اور نگرانی میں نام دونوں کا ہوا تھا لیکن اہم مضامین اور ایڈیٹوریل پیر علی محمد راشدی صاحب ہی لکھتے تھے۔"

۹۔ قیام پاکستان سے پہلے کچھ عرصہ تک مشہور انگریزی اخبار بمبئی کرانیکل، بمبئی کے ادارتی فرائض بھی انجام دیے تھے۔

۱۰۔ ان کی صحافت کا عہد آفریں دور تو "مسلم وائس" کی ادارت پر ختم ہو گیا تھا۔ لیکن قیام پاکستان کے دو سال بعد جب وہ ۱۹۴۹ء میں ڈیلی "سندھ آبزرور" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے تو ایک بار پھر صحافت کی گرم بازاری پیدا ہو گئی تھی۔

سندھ آبزرور کی ادارت کے بعد انھوں نے کسی اخبار کی زمام ادارت اپنے ہاتھ میں نہیں لی البتہ جنگ کراچی اور عبرت حیدرآباد میں انھوں نے آزاد صحافی کی حیثیت سے کالم نگاری ضرور کی اور اپنے وقت کے بہت کامیاب کالم نویس ثابت ہوئے۔

سندھ آبزرور کی ادارت کے زمانے میں وہ پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے اس سلسلے میں انھوں نے صحافت کی سطح پر ہندوستان پاکستان کے مابین خیر سگالی کے جذبات کو پروان چڑھانے میں اور ایک حقیقت پسندانہ متحدہ نقطہ نظر پیدا کرنے میں اہم حصہ لیا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ڈھاکا، کلکتہ دہلی وغیرہ کا سفر بھی کیا تھا۔ لیاقت نہرو معاہدے کے لیے فضا کو سازگار بنانے میں انھوں نے ایک نمایاں کردار ادا کر کے نہ صرف پاکستان بلکہ ہندوستان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی تھی۔ لیاقت نہرو معاہدے کے تحت پاک و ہند کے ایڈیٹروں کی جو متحدہ کمیٹی بنی تھی راشدی مرحوم کو اس کا صدر منتخب کیا گیا تھا یہ ایک طرح سے صحافت کے میدان میں ان کی کل ہند حیثیت کا اعتراف تھا۔

پیر علی محمد راشدی بلاشبہ ہند پاکستان کے ایک عظیم اور کامیاب صحافی تھے۔

تصانیف

پیر علی محمد راشدی ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ تاریخ و سوانح اور سیاسیات میں ان کی متعدد تصانیف سندھی، اردو اور انگریزی زبانوں میں یادگار ہیں۔

۱۔ اهي ڏينهن اهي شينهن (وہی دن وہی شیر) تین جلدوں میں ایک یادگار اور اپنی نوعیت کی بے نظیر تصنیف۔ مختلف شخصیات کے بارے میں مرحوم کی یادوں اور تاثرات کا مجموعہ۔

۲۔ خط ۽ مضمون: پیر صاحب مرحوم کے تعلقات بہت وسیع تھے ان کے حلقہ احباب میں ہر فکر و مسلک اور ہر دائرہ علم و عمل کے لوگ شامل تھے۔ سینکڑوں اشخاص سے ان کے مراسلت کا تعلق تھا۔ ایک بڑے صحافی اور کالم نگار ہونے کے رشتے سے سینکڑوں غیر واقف حضرات بھی انھیں خطوط لکھتے رہتے تھے۔ راشدی مرحوم کے نام رنگارنگ خطوط کا یہ مجموعہ افکار و معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔

۳۔ رنڊ ۽ پنڌ: یہ کتاب پیر صاحب کے ان کالموں کا مجموعہ ہے جو ۶۸ء، ۶۹ء، ۷۰ء میں روزنامہ عبرت حیدرآباد (سندھ) میں شائع ہوئے تھے۔ ان میں سینکڑوں افکار و معلومات ہیں۔ اور بہت سے علمی، تہذیبی، تاریخی مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ جن میں سندھ اور پاکستان کے سیاسی، سماجی، تہذیبی رجحانات اور مسائل کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۴۔ فریاد سندھ: اس نام سے راشدی مرحوم کے مضامین کا مجموعہ ہے یہ مضامین پہلے اخبار "قربانی" میں شائع ہوئے تھے۔ مولانا قدوسی مرحوم نے لکھا ہے کہ یہ راشدی صاحب کی کتاب ہے جو پہلے قسط وار مضامین کی صورت میں اخبار "قربانی" میں چھپی تھی۔ اس وقت لیگی رہنماؤں کے طرز سیاست سے سندھ کے مفادات اور تشخص کو جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور مسائل میں جو پیچیدگیاں پیدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو رہی تھیں۔ ان پر راشدی مرحوم کی صدائے دردانگیز نے "فریادِ سندھ" کی شکل اختیار کر لی تھی راشدی مرحوم نے بہت بے باکی کے ساتھ حالات و مسائل پر اظہارِ رائے کیا تھا۔ سندھ کی تاریخ سیاست کے مطالعے میں یہ کتاب بہت اہمیت رکھتی ہے۔

۵۔ **رودادِ چمن**: پاکستان کو اس کے ملازمین، اس کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں وغیرہ نے کس طرح لوٹا اور اس کے اقتصادی اور سیاسی نظام کو کس طرح تباہ کیا، اس کتاب میں ان حالات اور نوکر شاہی اور وڈیرہ شاہی کی جوڑ توڑ اور سازشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب ان مضامین کا مجموعہ ہے جو ۱۹۸۶ء میں راشدی مرحوم نے "پرانی اور بھولی ہوئی باتیں" کے عنوان سے روزنامہ جنگ میں لکھے تھے۔ تمام مضامین فکر انگیز اور معلومات افزا ہیں۔

۶۔ **اسٹوڈی آف سفرنگ آف سندھ**: انگریزی زبان میں راشدی مرحوم کی یہ کتاب سندھ کی مظلومیت، محرومی اور استحصال کی تاریخ ہے۔

راشدی مرحوم کی تمام تصانیف پاکستان خصوصاً سندھ کی تاریخ سیاست کے مطالعے میں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔

۷۔ **مولانا غلام رسول مہر**:

سیاسی زندگی کے ہنگاموں اور سفارت اور وزارت کی دنیا سے پلٹنے کے بعد انھوں نے اپنا تو کوئی اخبار نہیں نکالا اور نہ کسی اخبار کی ادارت کی ذمہ داری قبول کی، لیکن صحافت سے بالکل قطع تعلق بھی نہیں کیا تھا۔ اس دور میں انھوں نے کالم نگاری کا شغل اختیار کر لیا تھا چنانچہ روزنامہ عبرت حیدرآباد میں انھوں نے ایک مدت کا "رندِ بیند" کے عنوان سے کالم لکھا۔ روزنامہ جنگ کراچی میں وہ زندگی کے آخری ایام تک کالم لکھتے رہے تھے۔ پہلے ان کا کالم "مکتوبِ مشرق" کے عنوان سے ہوتا ہے پھر "مشرق و مغرب" کے عنوان سے چھپنا شروع ہوا۔ "وغیرہ وغیرہ" کے عنوان سے ہلکے پھلکے طنزیہ اور فکاہی کالم بھی لکھے۔

قربانی، جنگ اور عبرت کے کچھ کالم کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ جن کا تصنیفات کے ضمن میں ذکر آ چکا ہے۔

پیر علی محمد راشدی مرحوم نے جنگ میں شخصیات، تحریکات اور افکار و مسائل کے حوالے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بہت اہم سلسلۂ مضامین لکھے تھے۔ ایک سلسلہ مضمون وہ ہے جو انھوں نے مولانا غلام رسول مہر کے انتقال پر لکھا تھا۔

مولانا مہر صاحب سے راشدی مرحوم کے بہت پرانے تعلقات تھے وہ اپنی ابتدائی صحافتی زندگی سے واقف تھے لیکن قریبی تعلقات اور دوستانہ روابط کا آغاز ۱۹۳۸ء میں اس وقت ہوا جب وہ حاجی سر عبداللہ ہارون مرحوم کی دعوت پر صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس سے کچھ قبل کراچی تشریف لائے تاکہ اجلاس کے فیصلوں اور قراردادوں کے سلسلے میں مشورہ کیا جاسکے اجلاس کے بعد راشدی صاحب نے لاہور کا سفر کیا۔ تاکہ تقسیم ملک کے بارے میں کراچی اجلاس کی قرارداد کے لیے پروپیگنڈہ کیا جاسکے اس زمانے میں تعلقات اور قریبی ہو گئے۔ پھر انھیں ۱۹۴۰ء میں اور زیادہ قریب آنے کا موقع ملا۔ اس زمانے میں دونوں بزرگ مسلم لیگ کی سیاست کے پرجوش حامی تھے اگرچہ ۱۹۴۷ء تک دونوں کے افکار و خیالات میں کافی نشیب و فراز ہوئے بسا ہی راہیں دونوں کی مختلف ہو گئیں لیکن دونوں کے دوستانہ تعلقات میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور وہ انقلاب فکر جو راشدی مرحوم کی زندگی میں ۱۹۴۲ء کے بعد رفتہ رفتہ آیا تھا۔ اور ۱۹۴۷ء تک پختہ ہوا تھا۔ مولانا مہر مرحوم کی زندگی میں ۱۹۴۵ء سے شروع ہوا تھا اور مسلم لیگ کے کابینہ مشن پلان کی منظوری نے اس پر پختگی کی مہر لگائی۔ ۱۹۴۶ء کے بعد دونوں بزرگ ایک ہی رائے پر قائم اور ایک ہی مسلک کے پابند ہو گئے دونوں بزرگوں کے تعلقات کی استواری اور اعتماد کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ایک مرتبہ راشدی مرحوم کو خطرات نے گھیرا اور ان کی گرفتاری کا اندیشہ ہوا۔ تو انھوں نے اپنے نہایت اہم قیمتی اور نادر کاغذات اور بعض تاریخی ڈاکومنٹس مولانا مہر مرحوم کے پاس لاہور بھجوا دیے تھے جو مولانا کی وفات کے بعد تک ان کے گھر میں رہے مولانا کے انتقال کے بعد اس امانت کو لوٹا دیا گیا۔

مولانا غلام رسول مہر کے انتقال پر راشدی مرحوم نے ایک سلسلہ مضمون لکھا تھا جس میں انھوں نے مولانا سے اپنے تعارف، تعلقات اور دوستانہ روابط کی داستان بیان کی تھی۔ اس سلسلے میں بہت سی تاریخی باتیں آگئی تھیں اور افکار و معلومات کا ایک ایسا مرقع تیار ہو گیا تھا جو دل چسپ بھی تھا اور فکر انگیز اور معلومات افزا بھی۔ مولانا مہر مرحوم کی زندگی اُن کے خصائص ذہن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

و فکر اور سیرت کے کچھ ایسے گوشے نمایاں ہوئے جو راشدی مرحوم ہی کر سکتے تھے کسی اور کا چوں کہ مولانا سے ایسا تعلق ہی نہ تھا اس لیے یہ سب کچھ لکھنا کسی اور کے بس کی بات نہ تھی ۔

مجھے چوں کہ مولانا مہر مرحوم سے عقیدت تھی اس لیے راشدی مرحوم کے ان مضامین کو محفوظ کرتا رہا اور جب سلسلہ ختم ہوا تو میں نے ان مضامین کو کاغذ پر چسپاں کیا ۔ کتابت و طباعت کی غلطیوں کو درست کیا ۔ ان کے مباحث کو الگ الگ کیا انھیں مختلف ابواب میں تقسیم کیا اور جا بجا ذیلی عنوانات قائم کیے ۔ ہر قسط کے شروع میں گزشتہ قسط سے مضمون کے ربط کے لیے کچھ سطور یا کوئی پیراگراف آتا تھا ۔ اب چوں کہ یہ تمام مضامین ایک مرتب شکل میں ایک کتاب میں آ رہے تھے اس لیے قسط کے آغاز کی ربط کی عبارتوں کی ضرورت نہ تھی ۔ انھیں حذف کر دیا ۔ اس کے بعد پیر سید حسام الدین راشدی کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ وہ پیر سید علی محمد شاہ راشدی سے اس کی اشاعت کی اجازت دلوا دیں ۔ پیر صاحب خاکسار کی اس کاوش تصحیح اور ترتیب و تبویب کو دیکھ کر خوش ہوئے لیکن انھوں نے فرمایا کہ ابھی یہ سلسلہ مکمل نہیں ہوا ۔ وہ سلسلے کی تکمیل کے لیے چند قسطیں اور لکھنا چاہتے ہیں ۔

اس وقت بعض واقعات و حوادث نے انھیں اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا ۔ وہ فرصت کے انتظار میں تھے کہ اس طرف دوبارہ توجہ کر سکیں ۔ کچھ عرصے کے بعد جب انھیں ایک بار توجہ دلائی تو اندازہ ہوا کہ ان کے ذہن سے وہ بات تقریباً نکل چکی ہے اور مضمون لکھنے کی کوئی قوی تحریک موجود نہیں ۔ اس واقعے پر بھی کئی سال گزر گئے حتیٰ کہ یکم اپریل ۱۹۸۲ء کو پیر سید حسام الدین راشدی کا انتقال ہو گیا ۔ ان کے انتقال سے میں اس وسیلے سے محروم ہو گیا ۔ جس نے مجھے مرحوم علی محمد راشدی کی بارگاہ میں پہنچایا تھا ۔ پھر مارچ ۱۹۸۷ء میں ان کا بھی انتقال ہو گیا اور ان کے چند اور مضمون لکھنے کی توقع ہی ختم ہو گئی ۔

اب میرے لیے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ میں اس نہایت مفید اور اہم سلسلۂ مضمون کو کسی طرح کتابی شکل میں چھپنے کا بندوبست کر دوں ، جس صورت میں مرتب کر کے مرحوم راشدی برادران کو دکھایا تھا ۔ اور انھوں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا ۔

میرے لیے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں دوہری خوشی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اولاً : اس لیے کہ اس میں مولانا غلام رسول مہر کی شخصیت پر ایک دلفریب تبصرہ اور ان کے ذہنی و فکری اور اخلاقی کمالات اور خدمات کا اعتراف ہے ۔

ثانیاً : یہ پیر سید محمد شاہ راشدی مرحوم کی ایک نادر اور یادگار تحریر ہے جس میں انھوں نے تحریکِ آزادیٔ وطن کے ایک اہم تاریخی واقعے کو قلم بند کر دیا ہے ۔

اس کے ساتھ مسلم لیگ کی کمیٹی کے زیر اہتمام تیار ہونے والی پاکستان اسکیم بھی شامل کر دی ہے جس کا ذکر اس کتاب کے متعدد ابواب میں آیا ہے ۔ مسلم لیگ کی قیادت نے اس اسکیم سے بریت کا اظہار کر دیا تھا ۔ راشدی مرحوم ہمیشہ اس کے ماتم گسار رہے ۔

اس اسکیم کے لیے میں مولانا مہر مرحوم کے صاحبزادہ جناب امجد سلیم علوی سلمہٗ کا شکر گزار ہوں یہ اسکیم ابھی تک نایاب تھی ۔ اس کی دریافت و حصول کی ایک الگ کہانی ہے ۔ اصل اسکیم انگریزی میں تھی ۔ میں اس کے ترجمے کی اشاعت ہی کافی سمجھتا تھا ۔ برادر محترم مشفق خواجہ کا صائب مشورہ یہ ہوا کہ اصل اسکیم انگریزی کو ضرور شامل کرنا چاہیئے اس لیے کہ حوالے کی چیز وہی ہے چنانچہ اصل اسکیم کا عکس بھی کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے ۔

بقیہ : رئیس غلام محمد خان بھرگڑی

اس اجلاس میں کئی تجاویز منظور کی گئیں مثلاً مولانا محمد علی کی سرکردگی میں جو وفد لندن گیا ہوا تھا اس پر اعتماد کا اظہار کیا گیا ۔ خلافت تحریک کے لیے تین لاکھ روپے جمع کرنے کا عزم کیا گیا ۔ انگریزی حکومت سے کہا گیا کہ وہ اپنی فوجیں جزیرۃ العرب سے واپس بلا لے اور تجویز کے ذریعہ جو خدمات بھرگڑی صاحب نے اپنے لندن کے قیام میں خلافت کے مسئلہ پر انجام دیں انھیں سراہا گیا ۔

اور آخر میں ۱۹۲۳ء میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس لکھنؤ میں ہوا تو اس اجلاس کی صدارت بھی رئیس غلام محمد خان بھرگڑی نے کی ۔

مسلم لیگ کے لکھنؤ سیشن کے ایک سال کے اندر ہی ۱۹۲۴ء میں بھرگڑی صاحب کا انتقال ہو گیا ۔

© rasailojaraid.com